رضوان اللہ

بعد از موت

۳

اِحیا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دنیاے مذاہب میں تناسخ کے مقابل میں ایک ایسا نظریہ پایا جاتا ہے جس کو لوگوں کی بہت بڑی تعداد دینی عقیدے کے طور پر مانتی اور پھر اسی کی روشنی میں اپنے دنیوی معاملات اور مذہبی رسومات کو انجام دیتی ہے۔ اس عقیدے کے مطابق بھی انسانی روح دوبارہ سے زندگی پائے گی، مگر اسی دنیا میں اور یہیں کے کسی مادی جسم میں نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک نئی دنیا اور نیا جسم بنایا جائے گا جو نباتاتی اور حیواناتی کے بجاے انسانی خصائص ہی کا حامل ایک جسم ہوگا۔ مزید یہ کہ جسم دیے جانے کا یہ عمل بار بار بھی نہیں ہوگا، بلکہ صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی اس دنیا کے خاتمے کے بعد ہوگا۔ اس عقیدے کو اِحیا (Resurrection) کا عقیدہ کہتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ احیا کا تفصیلی مطالعہ کریں، ہم ایک ضمنی بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق نئی زندگی دیے جانے کا عمل اپنی کامل صورت میں تو ایک مرتبہ اور وہ بھی اُس وقت ہوگا جب اس دنیا کی جگہ نئی دنیا آباد کی جائے گی، مگر بعض اوقات یہ عمل اپنی کم تر سطح پر اِس دنیا میں بھی ہوا کرتا ہے۔ مرنے والے کو پھر سے زندگی ملتی ہے، وہ مردوں میں سے جی اٹھتا ہے اور پھر باقی ماندہ وقت اپنی سابق حیثیت ہی میں گزار کر چلا جاتا ہے۔ احیا کی اس محدود اور ناقص شکل کو ہم ''Resuscitation'' کہہ سکتے ہیں۔ یہ نظریہ بھی کسی نہ کسی رنگ میں مذہبی لوگوں کے ہاں موجود رہا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت بیان کرنے کے لیے کتاب مقدس اور قرآن مجید میں بیان کردہ کئی واقعات کو پیش کیا

جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر عہد نامہ عتیق میں ہے:

''اور اس (ایلیاہ) نے خداوند سے فریاد کی اور کہا: اے خداوند میرے خدا، کیا تو نے اس بیوہ پر بھی جس کے ہاں میں ٹکا ہوا ہوں، اس کے بیٹے کو مار ڈالنے سے بلا نازل کی؟ اور اس نے اپنے آپ کو تین بار اس لڑکے پر پسار کر خداوند سے فریاد کی اور کہا: اے خداوند میرے خدا، میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس لڑکے کی جان اس میں پھر آ جائے۔ اور خداوند نے ایلیاہ کی فریاد سنی اور لڑکے کی جان اس میں پھر آ گئی اور وہ جی اٹھا۔''

(۱-سلاطین ۱۷: ۲۰-۲۲)

دوبارہ زندہ ہو جانے کا ایک واقعہ انجیل میں اس طرح بیان ہوا ہے:

''جب وہ (یسوع) شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو دیکھو ایک مردہ کو باہر لیے جاتے تھے۔ وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا، اور وہ بیوہ تھی۔ اور شہر کے بہتیرے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ اسے دیکھ کر خداوند کو ترس آیا، اور اس سے کہا کہ مت رو۔ پھر اس کے پاس آ کر جنازہ کو چھوا، اور اٹھانے والے کھڑے ہو گئے، اور اس نے کہا 'اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ!' تو وہ مردہ اٹھ بیٹھا، اور بولنے لگا، اور اس نے اسے اس کی ماں کو سونپ دیا۔'' (لوقا ۷: ۱۲-۱۵)

سیدنا مسیح علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینے کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ انجیل کے مذکورہ بیان سے ان کی بندگی کے بارے میں جو غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی، قرآن نے چند الفاظ کے بروقت استعمال سے اسے بالکل صاف کر دیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ. (آل عمرٰن ۳: ۴۹) ''اور میں مردوں کو اٹھا کھڑا کرتا ہوں، اللہ کے اذن سے۔''

مردے کو یوں زندہ کیا جانا، بذات خود کوئی عقیدہ یا مستقل نظریہ نہیں کہ جس پر اس حیثیت سے ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہو، بلکہ یہ آیندہ ہونے والے اِحیا ہی کی، جیسا کہ قرآن نے مزید وضاحت کی ہے، ایک عملی شہادت ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ متنبہ رہیں، کسی روز اسی طرح سب مردوں میں جان ڈال دی جائے گی اور ان کو اپنے پروردگار کے سامنے جواب دہ ہونا ہوگا۔

اس سلسلے میں قرآن نے بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ قتل کے کسی معاملے میں جب ان سے کہا گیا کہ وہ ایک گائے کو ذبح کریں اور پھر اس پر قسمیں کھائیں تو انھوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے[1]۔ اس پر اللہ نے فیصلہ کیا کہ وہ حقیقت کو ظاہر کر کے رہے گا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ مردے کو اُسی

[1] یہ اصل میں قسامہ کا ایک واقعہ تھا۔ بنی اسرائیل میں اندھے قتل کا سراغ لگانے کے لیے عام طور پر یہ طریقہ مقرر تھا کہ کسی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گائے کا ایک ٹکڑا مارا جائے جو قسمیں کھانے کے لیے ذبح کی گئی ہے۔ جب یہ عمل کیا گیا تو وہ مردہ پھر سے زندہ ہو گیا۔ مردے کو یوں زندہ کر دینے کا ایک مقصد قاتل کا پتا دینا تھا، اس کا دوسرا مقصد لوگوں کو آخرت میں دی جانے والی زندگی کی شہادت دینا بھی تھا۔ چنانچہ فرمایا: 'كَذٰلِكَ يُحۡيِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ'، ''اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔[۲]''

قرآن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک مشاہدے کا بھی ذکر ہوا ہے جو قلبی اطمینان کے لیے انھیں کرایا گیا۔ اللہ نے حکم دیا کہ تم چار پرندے لے کر انھیں اپنے ساتھ ہلا لو۔ پھر ان کو ذبح کر کے ہر پہاڑی پر ان میں سے ایک حصہ رکھ دو۔ اس کے بعد ان کو بلاؤ تو وہ دوڑتے ہوئے تمھارے پاس آ جائیں گے۔ پھر اس سارے عمل کو دکھانے کی اصل غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: 'وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ'، ''اور (آیندہ کے لیے) یہ بات خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بہت زبردست ہے، (اس لیے وہ مردوں کو زندہ کر لے گا)، وہ بڑا حکمت والا ہے، (اس لیے وہ ان کو ضرور زندہ کرے گا)۔[۳]

قرآن نے اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جو ہے تو عالم رؤیا کا ایک مشاہدہ، مگر اس سے مذکورہ غایت پر روشنی ضرور پڑتی ہے۔ ایک صاحب جو غالباً حزقی ایل نبی تھے، کسی تباہ حال بستی پر سے گزرے۔ وہاں کی ویرانی کو دیکھا تو دل میں استعجاب پیدا ہوا کہ یہاں کے باسیوں کو خدا کس طرح زندہ کر لے گا۔ اس پر خدا نے انھیں سو سال کی موت دے کر پھر زندہ کیا اور ان سے پوچھا: تم کتنی مدت ایسے ہی پڑے رہے؟ انھوں نے اندازہ کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم، فرمایا: بلکہ تم پر سو سال اسی حالت میں گزر چکے۔ اس کے بعد ان کو کھانے پینے کے سامان اور گدھے کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ کھانے پینے کا سامان ویسے ہی پڑا ہے اور گدھا ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل گیا ہے۔ وہ اس بات پر ابھی حیران تھے کہ خدا نے ان کے سامنے گدھے کو زندہ کر کے بھی دکھا دیا۔ موت کے بعد زندہ کیے جانے کا یہ منظر دیکھنا ہی تھا کہ وہ پکار اٹھے: 'اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ'، ''(کہ میرا تردد دور ہو گیا اور) میں نے جان لیا کہ اللہ واقعی سب کچھ کر دینے پر قادر ہے۔[۴]''

معلوم ہوا کہ مردوں کو اس طرح زندہ کر دینا خالص ایک خدائی فعل تھا اور اس کا مقصد بھی بالکل واضح تھا۔ نیز یہ

گائے کو ذبح کیا جاتا اور پھر اس کے خون پر قسمیں کھائی جاتیں۔

۲؎ البقرہ ۲: ۷۳۔

۳؎ البقرہ ۲: ۲۶۰۔

۴؎ البقرہ ۲: ۲۵۹۔

بھی واضح تھا کہ اس طرح دی جانے والی زندگی ابدی نہیں ہوتی، بلکہ دوبارہ سے جی اٹھنے والے اِن مردوں کو بھی کچھ مدت کے بعد عام لوگوں کی طرح مرجانا ہوتا ہے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ لوگوں نے جس طرح اس فعل کے مقصد سے یک سر اعراض کیا، اسی طرح اس کو الگ سے ایک عقیدے کی شکل بھی دے دی۔ چنانچہ اس سے خدا کی قدرت پر استدلال کیا ہوتا، الٹا بعض مردوں کو خدا مان لیا گیا اور اس بنیاد پر مذہبی رہنماؤں نے پوری پوری رام لیلائیں لکھ ماریں۔ اب کسی کے کرشنا نظروں سے اوجھل ہو کر امر ہو گئے ہیں تو کسی کے ہاں یسوع مسیح مردوں میں سے جی کر زندہ وجاوید ہو گئے ہیں۔ اور اگر کسی کے ''خدا'' ابھی تک زندہ نہیں ہو سکے تو کچھ حرج نہیں، مستقبل میں ان کے واپس آجانے کی امید ضرور باقی ہے۔ ایک کنواری اس جھیل میں نہا کر حاملہ ہو گی جس میں ان کے پیشوا کا بیج رکھا گیا ہے۔ اس طرح وہ اس کے بیٹوں کو جنم دے گی جو دنیا میں آجائیں گے تو سب دکھوں کو دور کر دیں گے۔ نظروں سے اوجھل ہو جانے والی طلسماتی روایت اور مستقبل کی سہانی امیدیں، جب دونوں گڈمڈ ہوئیں تو کچھ حضرات وہ بھی ہوئے جن کو اُس مسیحا کا شدت سے انتظار رہنے لگا جو مرے نہیں، بلکہ روپوش ہو گئے ہیں۔ قیامت سے پہلے وہ بھی ظاہر ہو جائیں گے، خدائی علم کو بلند کریں گے اور ظلم کی ہر روایت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔ گویا مذہبی داستانوں کا ایک سلسلہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے خدائی فعل اور اس کے مقصد سے انحراف کرتے ہوئے گھڑ لیا گیا ہے۔

بہرحال، اِحیا کی اس ضمنی گفتگو کے بعد ہم سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑتے ہیں جہاں سے یہ ٹوٹا تھا۔ ہم نے دیکھ لیا تھا کہ عقیدۂ اِحیا کیا ہے اور تناسخ سے یہ کس طرح مختلف ہے۔ اب ہم اس کی تاریخ اور مختلف ادیان میں اس کے بارے میں پائی جانے والی تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں۔

عقیدۂ احیا کی تاریخ

احیا کے بارے میں اگر کہا جائے کہ انسانی تاریخ کا یہ قدیم ترین عقیدہ ہے تو یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا، اس لیے کہ جس طرح معلوم تاریخ اس کی اطلاع دیتی اور آج کی مذہبی روایتیں اس کی شہادت دیتی ہیں، اسی طرح سینہ بہ سینہ علم، گرد میں اَٹی ہوئی آڑھی ترچھی لکیریں اور صدیوں پرانے کتبات بھی اس کے قدیم ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اس عقیدے کی ابتدا اس طرح نہیں ہوئی کہ کسی پنڈت اور سوامی، کسی ربی اور پادری یا کسی فقیہ اور صوفی نے اس کو بنایا اور پھر گرد و پیش میں رواج دے دیا ہو، بلکہ یہ انسان کی عقل کا ابتدائی تجزیہ اور اس کے شعور کی اولین دریافت ہے۔ نیز یہ عقیدہ چند ادیان تک محدود، کسی خاص نسل اور مقام سے متعلق رہا ہو، ایسا بھی نہیں ہے، بلکہ یافث کی نسل ہو یا پھر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حام وسام کی اولاد، دجلہ وفرات کے باسی ہوں یا نیل و ہمالا کے رہایشی، حتیٰ کہ دین ابراہیمی کی ہر شاخ، ان سب میں یہ عقیدہ کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہا ہے۔ چنانچہ ان حقائق کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عقیدے کی تاریخ اتنی ہی پرانی اور مسلسل ہے، جتنی خود انسان کی اپنی تاریخ۔

اگر یہ بات طے شدہ مان لی جائے کہ احیا کا عقیدہ شروع سے چلا آتا ہے تو تناسخ پر اس کی پیدایش کے حوالے سے ہونے والے تمام اعتراضات، کم سے کم اس عقیدے پر وارد نہیں ہوتے۔ اس لیے اب ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس کی تفصیلات کیا ہیں اور مختلف مذاہب میں اس کے بارے میں پائی جانے والی تعلیمات کیا کچھ ہیں۔ اس سلسلے میں بھی تمام ادیان کا استقصا کرنے کے بجاے ہمیں صرف ابراہیمی ادیان تک اپنی بحث کو محدود رکھنا ہے۔

یہودیت اور عقیدۂ احیا

یہود کی روایتی سرکشی، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے کھلا انحراف اور اپنے چنیدہ قوم ہونے کا بے جا زعم، یہ وہ بنیادی عامل تھے جن کی وجہ سے ان کا مذہب بہت جلد اپنی حقیقت کھو بیٹھا اور محض ایک قوم اور اس کی عصبیت کا ترجمان بن کر رہ گیا۔ ان کے ہاں مذہبی اعمال اور رسومات کا مقصد اب صرف یہ تھا کہ کسی طرح دنیا میں کامیابی مل سکے اور قومی حیثیت میں ایک برتر مقام حاصل کیا جا سکے۔ جہاں تک فرد کی ذاتی نجات کا معاملہ ہے، اس کی حیثیت ان کے نزدیک ثانوی یا اس سے بھی کچھ کم رہ گئی تھی۔ یہی وجہ ہوئی کہ ان کے ابتدائی دور کے لٹریچر میں حیات بعد از موت کی تفصیلات ناپید، مگر ان کے برگزیدہ اور چنیدہ ہونے کا زعم کافی پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ تورات میں جو پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے، احیاے موتی کا ذکر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ بس موت کے بعد ایک طرح کی زندگی کا تصور ہے، جو اس میں پایا جاتا ہے۔ کتاب پیدایش میں ہے:

''تب ابرہام (علیہ السلام) نے دم چھوڑ دیا اور خوب بڑھاپے میں نہایت ضعیف اور پوری عمر کا ہو کر وفات پائی اور اپنے بزرگوں میں جا ملا۔'' (۸:۲۵)

''اپنے بزرگوں میں جا ملا''، یہ الفاظ صرف یہ بتا رہے ہیں کہ موت کے بعد معاملہ بالکل ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ایک نوعیت کی زندگی، بہر حال مردوں کو حاصل رہتی ہے[۵]۔

البتہ، تورات کے بجاے کتاب مقدس کے دوسرے مقامات پر اس بارے میں کچھ زیادہ وضاحت پائی جاتی

۵۔ انھی سے ملتے جلتے الفاظ تورات کے دوسرے مقامات پر بھی بہ آسانی دیکھ لیے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کتاب پیدائش کا باب ۲۵ آیت ۱۷ اور باب ۴۹ آیت ۳۳۔

ہے۔ایک جگہ یوں بیان ہوا ہے:

''وہ کون سا آدمی ہے جو جیتا ہی رہے گا اور موت کو نہ دیکھے گا اور اپنی جان کو پاتال کے ہاتھ سے بچا لے گا؟''

(زبور ۸۹: ۴۸)

کتاب مقدس میں اس طرح کے مواقع پر ایک عبرانی لفظ ''Sheol'' استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر مترجمین اس کا ترجمہ 'پاتال' یا پھر 'قبر' سے کرتے ہیں۔ یہ مردوں کے رہنے کے لیے انڈر ورلڈ قسم کی ایک جگہ ہے، جہاں انھیں احیا سے پہلے رکھا جاتا ہے۔

یہ موت کے متصل بعد زندگی کا تصور ہوا، اب دیکھتے ہیں کہ مردوں کو باقاعدہ طور پر نئی زندگی دیے جانے کے بارے میں پرانا عہد نامہ کیا کہتا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

''خداوند مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ وہی قبر میں اتارتا اور اس سے نکالتا ہے۔'' (۱-سموئیل ۲: ۶)

مردوں کا یہ اِحیا، ایک اور مقام پر یوں بیان ہوا ہے:

''تیرے مردے جی اٹھیں گے۔ میری لاشیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ تم جو خاک میں جا بسے ہو، جاگو اور گاؤ، کیونکہ تیری اوس اُس اوس کی مانند ہے جو نباتات پر پڑتی ہے، اور زمین مردوں کو اگل دے گی۔'' (یسعیاہ ۲۶: ۱۹)

مردوں میں دوبارہ روح پھونکنے کا مقصد، کیا ان کی جزا اور سزا ہے، اس کی وضاحت ذیل کی عبارت سے بہ خوبی ہو جاتی ہے:

''اور جو خاک میں سو رہے ہیں، ان میں سے بہتیرے جاگ اٹھیں گے۔ بعض حیات ابدی کے لیے اور بعض رسوائی اور ذلّتِ ابدی کے لیے۔'' (دانیال ۱۲: ۲)

مذکورہ حوالہ جات اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ یہودی لٹریچر میں بہت کچھ گھپلا ہو جانے کے باوجود اِحیا کا عقیدہ اس قدر واضح ہے کہ یہودیت کے حوالے سے اس کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اور کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط ہے کہ یہ عقیدہ کتاب مقدس کا نہیں، بلکہ یہودیت کے اندر بعد میں پیدا ہو جانے والا عقیدہ ہے۔

مسیحیت اور عقیدۂ اِحیا

جہاں تک مسیحی دنیا کا معاملہ ہے، وہ یہود کے برعکس احیاے موتی کا ایک واضح تصور رکھتی اور ان کی کتابیں اس کے بارے میں اپنے اندر بہت سے شواہد رکھتی ہیں۔ مسیحی حضرات چونکہ پرانا عہد نامہ بھی عام طور پر مانتے ہیں، اس لیے احیا کے جو دلائل یہودیت کے حوالے سے بیان ہوئے، وہ ان کے ہاں بھی حجت ٹھیرتے ہیں، تاہم مزید وضاحت

کے لیے ہم یہاں عہد نامہ جدید سے بھی کچھ حوالہ جات نقل کیے دیتے ہیں۔ انجیل مقدس میں بیان ہوا ہے:

''اس سے تعجب نہ کرو، کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں، اس کی آواز سن کر نکلیں گے۔ جنھوں نے نیکی کی ہے، زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے، سزا کی قیامت کے واسطے۔[۶]''

اناجیل کے علاوہ دوسرے مقامات پر یہ عقیدہ اس طرح بیان ہوا ہے:

''...اور خدا سے اسی بات کی امید رکھتا ہوں جس کے وہ خود بھی منتظر ہیں کہ راست بازوں اور ناراستوں، دونوں کی قیامت ہوگی۔[۷]''

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۶ یوحنا ۵: ۲۸-۲۹۔ لوقا کی انجیل باب ۱۴ کی آیت ۱۴ اور انجیل متّی باب ۲۵ کی آیت ۳۱ سے ۴۶ تک میں بھی اس مضمون کو دیکھ لیا جا سکتا ہے۔

۷ اعمال ۲۴: ۱۵۔ اس کے علاوہ ۲-کرنتھیوں باب ۵ آیت ۱۰ اور عبرانیوں باب ۹ آیت ۲۷ میں بھی مردوں کے جی اٹھنے اور ان کی جزا و سزا کا ذکر موجود ہے۔